اس شرط پر چیز بیچنے کا حکم کہ جب میرے پاس پیسے ہوں گے، واپس لے لوں گا۔

ریفرنس نمبر:Sar 6949

تاریخ:11-03-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بکر کو پندرہ لاکھ روپے کی اپنی گاڑی اس شرط پر فروخت کی کہ جب میرے پاس پیسے ہوں گے، تب میں ادا کر کے گاڑی واپس لے لوں گا اور اس وقت تک گاڑی تم استعمال کرو۔ کیا ان دونوں کے درمیان مذکورہ معاہدہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بیچنے والے کا خریدار کو اس شرط پر چیز فروخت کرنا کہ جب میرے پاس پیسے ہوں گے، تو میں آپ سے اپنی فروخت کردہ چیز واپس لے لوں گا، یہ شریعت کی اصطلاح میں بیع الوفا ہے اور بیع الوفا میں فروخت کردہ چیز خریدار کے پاس رہن ہوتی ہے اور رہن کو استعمال کرنا، اس سے نفع حاصل کرنا ہے، جو سود ہی کی صورت ہے اور گناہ ہے اور چونکہ سوال میں ذکر کردہ صورت بیع الوفا کی ہے اور فروخت کی گئی گاڑی بکر کے پاس بطورِ رہن ہے، جسے استعمال کرنا، اس سے نفع اٹھانا ہے، جو سود و گناہ ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زید اور بکر کا معاہدہ کرنا، ناجائز، حرام، سود و گناہ ہے۔

نیز یہ کہ اگر اس معاہدے کو عقدِ بیع تسلیم بھی کر لیا جائے، تو بھی یہ معاہدہ فاسد، ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ بیع میں ایسی شرط لگانا جو بیچنے والے یا خریدنے والے میں سے کسی کے لیے مفید ہو، مگر اس پر عرف جاری نہ ہو، تو وہ شرط عقد کو فاسد کر دیتی ہے اور چونکہ صورتِ مسئولہ میں یہ شرط "جب پیسے دوں گا، تو گاڑی واپس لے لوں گا" بیچنے والے کے حق میں مفید ہے، لہٰذا بیع فاسد ہوئی، جسے ختم کرنا فریقین میں سے ہر ایک پر واجب ہے۔

بیع الوفا کی تعریف کے متعلق ردالمحتار میں ہے:"ان یرد المبیع علی البائع حین رد الثمن "یعنی: جب بائع مشتری کو ثمن واپس کرے، تو مشتری مبیع کو واپس کردے۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج7، ص580، مطبوعہ کوئٹہ)

بیع الوفا کے رہن ہونے کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے: " صحیح و معتمد مذہب میں بیع الوفاء بیع نہیں، رہن ہے، مشتری مرتہن کو رہن سے نفع حاصل کرنا حرام ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج17، ص91، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہارشریعت میں ہے:" بیع الوفا حقیقت میں رہن ہے، لوگوں نے رہن کے منافع کھانے کی یہ ترکیب نکالی ہے.... اوراگر اس کو بیع بھی قرار دیا جائے، جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے اور خود عاقدین بھی عموماً لفظِ بیع ہی سے عقد کرتے ہیں، تو یہ شرط کہ ثمن واپس کرنے پر مبیع کو واپس کرنا ہو گا یہ شرط بائع کے لیے مفید ہے اور مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور ایسی شرط بیع کو فاسد کرتی ہے، جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے، اس صورت میں بھی بائع و مشتری دونوں گنہگار بھی ہوں گے اور مبیع کے منافع مشتری کے لیے حلال نہ ہوں گے۔"

(بہارشریعت، ج2، ص835، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سود کے حرام ہونے کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:﴿ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ترجمہ: اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔ (پارہ3، سورۃالبقرۃ، آیت275)

رہن سے نفع اٹھانے کے سود ہونے کے بارے میں مصنف عبد الرزاق میں ہے:" عن ابن سیرین قال: جاء رجل إلی ابن مسعود فقال: إن رجلا رھنني فرسا فرکبتھا قال: ما أصبت من ظھرھا فھو ربا"ترجمہ: امام ابن سیرین کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ کسی بندے نے مجھے گھوڑا رہن کے طور پر دیا تھا، اس پر میں نے سواری کی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا کہ جو تم نے گھوڑے کی سواری سے نفع اٹھایا، وہ سود ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، ج8، ص245، مطبوعہ مکتبہ اسلامی، بیروت)

ردالمحتار میں ہے:”عن عبداللہ بن محمد بن اسلم السمرقندی و کان من کبارعلماء سمرقندأنہ لایحل لہ ان ینتفع بشیء منہ بوجہ من الوجوہ وان اذن لہ الراھن لانہ اذن لہ فی الربا، لانہ یستوفی دینہ کاملا فتبقی لہ المنفعۃ فضلا فیکون ربا“ترجمہ: عبداللہ بن محمد بن اسلم سمرقندی سے منقول ہے، جو سمرقند کے بڑے علماء میں سے ایک تھے کہ مرتہن کو مرہونہ چیز سے کسی طور پر بھی نفع اٹھانا، جائز نہیں، اگرچہ راہن نے اس کی اجازت دی ہو، کیونکہ یہ سُود کی اجازت ہے، اس لیے کہ مرتہن اپنا قرض پورا وصول کرتا ہے اور منفعت اسے اضافی ملتی ہے، پس یہ منفعت سود ہے۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الرھن، ج10، ص86، مطبوعہ کوئٹہ)

شرط کے مقتضائے عقد کے خلاف ہونے سے عقد کے فاسد ہونے کے بارے میں ہدایہ میں ہے:”کل شرط لایقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتاقدین اوللمعقودعلیہ وھومن اھل الاستحقاق یفسدہ الاان یکون متعارفا لان العرف قاض علی القیاس“ترجمہ: ہر وہ شرط جس کا عقد تقاضا نہ کرے اوراس میں متعاقدین (خریدنے اور بیچنے والے) میں سے کسی ایک کے لیے یا معقود علیہ (جسے بیچا گیا) کے لیے نفع نہ ہو، جبکہ معقود علیہ اہل استحقاق میں سے ہو، تووہ شرط عقد کو فاسد کر دیتی ہے، مگر یہ کہ وہ شرط عرف میں متعارف ہو (توعقد کو فاسد نہیں کرتی)، کیونکہ عرف قیاس پر قاضی ہے۔

(الھدایہ مع البنایۃ، کتاب البیوع، ج7، ص240، 239، مطبوعہ کوئٹہ)

بیع فاسد کے حکم کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے:”کل شرط کذافاسد ودل شرط فاسدفھویفسدالبیع وکل بیع فاسدحرام واجب الفسخ علی کل من العاقدین فان لم یفسخااثماجمیعاوفسخ القاضی بالجبر“ترجمہ: ہر وہ شرط جو ایسی ہو وہ فاسد ہے اور جو شرط فاسد ہو وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے اور وہ فاسد بیع حرام ہے جس کا فسخ کرنا بائع اور مشتری میں سے ہر ایک پر واجب ہے، اگر

وہ فسخ نہ کریں، تو دونوں گنہگار ہوں گے اور قاضی جبراً اس بیع کو فسخ کرائے۔

(فتاوی رضویہ، ج17، ص160، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
عبدالرب شاکر قادری عطاری

15 رجب المرجب 1441ھ/11 مارچ 2020ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ /www.daruliftaahlesunnat.net کے ذریعے کی جاسکتی ہے